OPEN ACCESS
RUSHD
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Lahore Insititute for Social Sciences, Lahore.*

ISSN (Print): 2411-9482
ISSN (Online): 2414-3138
Jul-Dec-2022
Vol: 3, Issue: 2
Email: journalrushd@gmail.com
OJS: https://rushdjournal.com/index

عطاء الرحمٰن[1]
رفیق الرحمٰن[2]
ڈاکٹر تنویر قاسم[3]

فقہ المناکحات میں حافظ عبد السلام بن محمد کا طرز استدلال

تفسیر القرآن الکریم کا اختصاصی مطالعہ

A Special Study of Tafsīr al-Qurān ul-Kareem by Hafiz Abd-al-Salām bin Muhammad and its Reasoning Style in Fiqh al-Munākhat

Abstract

The present article delves into the intricate patterns of Islamic marital laws, as interpreted through the lens of Tafseer Al Qurān-ul-Kareem, written by Hafiz Abdul Salam bin Muhammad. The author aims to provide a comprehensive understanding of the legislative issues in Fiqh, by using practical examples drawn from Tafseer Al Qurān-ul-Kareem. The article covers various aspects of Nikah, including its definition, terminology, and the Sharia ruling for the wife of a missing man. It also sheds light on the Sharia status of Nikah cancellation by a judge, and how it has changed over time. The

1 ایم فل علوم اسلامیہ، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ
2 پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ
3 اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجنیرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

changing trends in the marriage landscape are also discussed, such as the effects of globalization and the growing popularity of online Nikah and court marriage. Additionally, the article explores the valid methods of divorce (Muhrramat) and the Islamic law of Iddah, highlighting the relevant verses from Fiqh al-manakah. The author provides a nuanced analysis of Hafiz Abdul Salam's stance on these matters and critiques his position in the larger context of Islamic jurisprudence. In conclusion, this article offers a comprehensive overview of Islamic marital laws, drawing upon the insights and teachings of Tafseer Al Qurān-ul-Kareem by Hafiz Abdul Salam bin Muhammad. The author provides a solution to Fiqh-based legislative issues, while also examining the changing trends in the current marriage landscape and exploring the relevant verses of Fiqh al-manakah.

Key Words: Tafsīr al-Qurān ul-Kareem; Fiqh; Nikah; Court Marriage

قرآنِ مجید پوری انسانیت کے لیے کتابِ ہدایت ہے اور اسے یہ اعزاز حاصل ہے کہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے پڑھانے والوں کو امامِ کائنات نے اپنی زبانِ صادقہ سے معاشرے کے بہترین لوگ قرار دیا ہے اور اس کی تلاوت کرنے پر اللہ تعالیٰ ایک ایک حرف پر ثواب عنایت کرتے ہیں۔ دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر دورِ حاضر تک بے شمار اہل علم نے اس کی تفہیم و تشریح اور ترجمہ و تفسیر کرنے کی خدمات سر انجام دیں اور ائمہ محدثین نے احادیث کی کتب میں باقاعدہ ابواب التفسیر کے نام سے باب قائم کیے۔ جبکہ مختلف ائمہ نے عربی زبان میں مستقل بیشمار تفاسیر لکھی ہیں۔ جن میں سے کافی تفسیروں کے اردو زبان میں تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ ماضی قریب میں برصغیرِ پاک و ہند کے تمام مکتب فکر کے علماء نے قرآن مجید کی اردو تفاسیر لکھنے میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

زیر تبصرہ "تفسیر القرآن الکریم" حافظ عبد السلام بن محمد حفظہ اللہ کی چار جلدوں پر مشتمل تفسیر ہے۔ جس میں انہوں نے صحیح احادیث، آثارِ صحابہ اور سلف صالحین کے طریقے کی روشنی میں تفسیر بالماثور کا عمدہ نمونہ پیش

کیاہے۔ انہوں نے قرآن مجید کے مشکل اور تفصیل طلب اہم مقامات کی بڑی عمدہ اور مفید تشریح کی ہے۔ اس کے علاوہ بعض مقامات پر قرآن کے مشکل الفاظ کے معانی کی لغوی اور نحوی وضاحت بھی کی ہے۔ اس تفسیر کی نمایاں اور قابلِ ذکر خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ترجمۂ قرآن بھی حافظ عبد السلام بن محمد ہی کا ہے۔ جو لفظی اور بامحاورہ ترجمے کا حسین امتزاج ہے جس میں انہوں نے عام فہم اسلوبِ نگارش اختیار کرتے ہوئے الفاظ کے معانی کے لیے اختصار اور جامعیت کو پیشِ نظر رکھا ہے۔

قرآن مجید میں فقہی اور قانونی مباحث سے مراد وہ فقہی مسائل ہیں جن پر کتاب اللہ کی کچھ متعین آیتیں دلالت کرتی ہیں۔ کتاب اللہ میں موجود احکامِ قرآن کی دو اقسام ہیں:

اول: جنہیں قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ جیسے آیت دَین اور سورۂ بقرہ، سورۂ نساء اور سورۂ مائدہ کے اکثر احکام۔

دوم: وہ احکام جنہیں استنباط اور غور و تامل کے ذریعے اخذ کیا جاتا ہے۔

ان کی بھی دو اقسام ہیں:

1۔ جنہیں آیت سے براہ راست مستنبط کیا جاتا ہے بغیر اس کے کہ اس کے ساتھ کوئی اور آیت ملائی جائے۔

2۔ جنہیں آیت کو اس کے علاوہ کسی اور دلیل سے ملا کر مستنبط کیا جاتا ہے چاہے وہ کوئی دوسری آیت ہو یا پھر صحیح حدیث نبوی ہو۔

وہ آیات جن میں فقہی احکام ہوں انہیں آیاتِ احکام کہا جاتا ہے اور آیات احکام کی تفسیر کو فقہی تفسیر کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد وہ تفسیر ہے جس میں فقہی احکام کو بیان کرنے کا اہتمام ہوتا ہے اور ان سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

حالات حاضرہ کے بدلتے رجحانات عالمگیریت کی وجہ سے نکاح کے متعلقہ مسائل کی نوعیت بدل رہی ہے مثلاً: ٹیلی فونک نکاح(Online Nikha)، عدالتی نکاح(Court Marriage)، طلاق(Divorce)کا درست طریقہ، محرمات، عدت کے احکامات وغیرہ۔ قرآنی نصوص تو موجود ہیں مگر جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ان کے اطلاقی پہلو کیا ہو سکتے ہیں اور لوگ ان سے کس طرح فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اس تفسیر میں اس بات کا خاص طور پہ خیال رکھا گیا ہے۔ ذیل میں ہم ان آیات کا تذکرہ کریں گے جن کا تعلق فقہ المناکحات سے ہے۔ پھر ان کے ذیل میں مذکورہ تفسیر کے تناظر میں حافظ صاحب کا موقف جاننے کی کوشش کریں گے۔ اس کے تغیرات

کو نقد و جائزہ کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔

کتابیہ عورت سے نکاح کی حکمت

مسلمانوں کے ہاں کسی ہندو یا بت پرست، کمیونسٹ یا آتش پرست مشرکہ عورت سے نکاح کرنا حرام ہے، البتہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح میں اگرچہ ایمان کا خطرہ ہے، اس لیے ناپسندیدگی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے۔ درج ذیل آیت کے تحت حافظ صاحب لکھتے ہیں:

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾[1]

"تم سے پہلے جنہیں بھی کتاب دی گئی ان کی پاک دامن عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔"

اس میں حکمت یہ ہے کہ بت اور آتش پرست کسی آسمانی تعلیم کو نہ مانتے ہیں نہ اس کے پابند ہیں، جب کہ اہل کتاب عورتوں کو ان کی کتاب کے حوالے سے توحید و رسالت کی دعوت دی جاسکتی ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاۗءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾[2]

"کہہ دے اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان ایک جیسی ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ جب اہل کتاب کی عورتوں سے جو شرک کی مرتکب ہوں، نکاح جائز ہے تو مسلمان عورتیں، جو شرک کرتی ہوں، ان سے بھی نکاح جائز ہے۔ کیونکہ وہ قرآن مجید و حدیث رسول کو مانتی ہیں اور انھیں اس کے حوالے سے توحید و سنت کا قائل کیا جاسکتا ہے۔[3]

کم سنی میں نکاح کا حکم

﴿وَالّٰٓئِيْ لَمْ يَحِضْنَ﴾[4]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ چھوٹی عمر کی لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے اور اس کا خاوند اس سے جماع بھی کر سکتا

1 المائدة: 5
2 آل عمران: 64
3 بھٹوی، عبد السلام، حافظ، تفسیر القران الکریم، (لاہور: دار الاندلس، 2017ء)، 1: 181
4 الطلاق:4

ہے۔ کفار کے کہنے پر چھوٹی عمر کی شادی پر پابندی لگانا یا بالغ ہو جانے والی لڑکیوں کی شادی پر اٹھارہ سال کی یا کسی مخصوص عمر کی پابندی لگانا اللہ تعالیٰ کے احکام کی صریح مخالفت ہے۔[1]

بیک وقت منکوحات کی تعداد

﴿مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾[2]

اس آیت مبارکہ سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور علماء نے لکھا ہے کہ ایک شخص کے لیے بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں، یہ صرف رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سنت نبوی سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا، اس پر علماء کا اجماع ہے۔

سیدنا غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ان میں سے چار کا انتخاب کر لو۔"[3]

یک زوجگی کے متعلق اشکال کا ازالہ

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾[4]

اس سے بعض لوگوں نے ایک سے زیادہ شادیوں کے ناجائز ہونے پر استدلال کیا ہے کہ اگر تمہیں خوف ہو کہ عدل نہیں کرو گے تو ایک بیوی پر اکتفا کرو یا لونڈی پر۔ اس کے ساتھ وہ دوسری آیت بھی ملاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ﴾[5]

"اور تم ہرگز نہ کر سکو گے کہ عورتوں کے درمیان برابری (عدل) کرو، خواہ تم حرص بھی کرو۔"

---

1 تفسير القران الكريم، 4 : 736

2 النساء : 3

3 ابن ماجة، محمد بن يزيد، أبو عبد الله، القزويني، سنن ابن ماجة، (دار احياء الكتب العربية: بيروت، 1998م) كتاب النكاح، باب الرجل يسلم و عنده، رقم الحديث: 1953

4 النساء: 3

5 النساء : 129

خلاصہ دونوں کا یہ نکلا کہ جب عدل نہیں کر سکتا تو مرد ایک سے زیادہ بیویاں نہیں رکھ سکتا۔ ان حضرات نے وہی کام کیا ہے جو ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ﴾[1] والے حضرات کرتے ہیں کہ آگے ﴿وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى﴾[2] پڑھتے ہی نہیں۔

یہاں بھی اللہ تعالیٰ کا پورا فرمان کچھ یوں ہے:

> ”کہ عورتوں کے درمیان برابری ہرگز نہ کر سکو گے، خواہ تم حرص بھی کرو، پس مت جھک جاؤ (ایک کی طرف) مکمل جھک جانا کہ اس (دوسری) کو لٹکائی ہوئی کی طرح چھوڑ دو، اور اگر تم اصلاح کرو اور ڈرتے رہو تو بیشک اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، بے حد مہربان ہے۔“

معلوم ہوا وہ عدل جو انسان کر ہی نہیں سکتا، یعنی دلی میلان، وہ واجب ہی نہیں۔ زیادہ بیویاں ہمارے نبی ﷺ اور اصحاب کی سنت ہے۔[3]

محرمات (جن عورتوں سے نکاح حرام ہے) کے احکام

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ﴾[4]

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کی تفصیل بیان کی جارہی ہے، ایک تو پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ وہ عورت جو آپ کے باپ کی منکوحہ ہے اس سے نکاح کرنا حرام ہے، اب یہاں نسب کے سات حرام رشتوں کا ذکر ہے:

1. ماں: اس کے حکم میں نانی اور دادی اوپر تک، مثلاً، پڑدادی، پڑنانی شامل ہیں۔
2. بیٹی: اس کے حکم میں پوتی اور نواسی نیچے تک آجاتی ہیں۔
3. بہن: سگی ہو یا علاتی یا اخیافی، بہر حال حرام ہے۔
4. پھوپھی میں دادا کی بہن اور نانا کی بہن بھی داخل ہے۔
5. خالہ کا لفظ ماں، نانی اور دادی سب کی بہنوں کو شامل ہے۔

---

1 النساء: 43
2 ایضاً
3 تفسیر القران الکریم، 1 :336
4 النساء: 23

6. بھتیجی کے حکم میں ان کی بیٹیاں نیچے تک آجاتی ہیں۔
7. بھانجی کے حکم میں ان کی بیٹیاں نیچے تک آجاتی ہیں۔[1]
8. نسبی ماں اور بہن کی طرح دودھ کی ماں اور بہن بھی حرام ہیں۔ یہاں دو رشتوں کا ذکر ہے، مگر حدیث کی رو سے وہ ساتوں رشتے جو نسب سے حرام ہیں، دودھ سے بھی حرام ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہیں۔"[2]
9. بیویوں کی نانیاں اور دادیاں بھی اوپر تک شامل ہیں۔ بیوی کی ماں (ساس) حرام ہے، خواہ بیوی کو جماع سے پہلے طلاق دے دی ہو، یا اس کا انتقال ہو گیا ہو۔[3]
10. بیوی کی دوسرے خاوند سے جو لڑکی ہو وہ بھی حرام ہے، بشر طیکہ اپنی بیوی (اس لڑکی کی ماں) سے جماع کر لیا ہو، اگر قبل از جماع طلاق دے دی تو عورت کی لڑکی سے نکاح جائز ہے، اس پر علماء کا اتفاق ہے۔[4] ﴿فِيْ حُجُوْرِكُمْ﴾[5] (تمھاری گود میں) کی قید شرط کے طور پر نہیں، بلکہ اتفاقی ہے یعنی عام حالات میں ایسا ہوتا ہے، ورنہ اگر اس کی پرورش کسی اور جگہ ہوئی ہو تو بھی وہ حرام ہے۔[6]
11. صلبی بیٹوں کی بیویاں نہ کہ منہ بولے بیٹوں کی بیویاں بھی حرام ہیں۔[7]
12. دو بہنوں کو، صلبی ہوں یا رضاعی، ایک وقت میں نکاح میں جمع رکھنا حرام ہے۔[8]
13. پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو ایک نکاح میں جمع نہ کیا جائے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو ایک نکاح میں جمع نہ کیا جائے۔"[9]

---

1 تفسير القران الكريم، 1 : 351
2 البخاري، محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح (مصر: دار طوق النجاة، 1422ھ) كتاب النكاح، باب وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ، رقم الحديث :5099
3 تفسير القرآن الكريم، 1 :352
4 تفسير القرآن الكريم، 1 :352
5 النساء : 23
6 تفسير القرآن الكريم، 1 :352
7 تفسير القرآن الكريم، 1 :353
8 ايضاً
9 صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لا تنكح المرأة على عمتها، رقم الحديث :5109

رضاعت کب حرمت کا سبب ہے؟

قرآن مجید نے دودھ پینے کو حرمت کا سبب قرار دیا ہے، یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ کم از کم کتنی دفعہ دودھ پیا ہو، مگر صحیح مسلم میں سیدہ ام الفضل اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک یا دو دفعہ دودھ پینا حرمت کا باعث نہیں ہوتا۔“[1] جبکہ سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ قرآن میں اترنے والے حکم میں تھا کہ دس دفعہ دودھ پینا، جو معلوم ہو، حرام کرتا ہے، پھر وہ پانچ کے ساتھ منسوخ ہو گیا، تو نبی ﷺ فوت ہوئے اور وہ قرآن میں پڑھے جاتے تھے۔[2]

یاد رہے کہ یہ دودھ پلانا اسی وقت معتبر ہو گا، جب دودھ پلانے کی مدت، یعنی دو سال کے اندر ہو۔[3]

زوجین کا ایک جسم کی مانند ہونا۔

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ﴾[4]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ میاں بیوی کا آپس میں کوئی پردہ نہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کر لیتے، جو میرے اور آپ کے درمیان ہوتا، جبکہ ہم دونوں جنبی ہوتے۔“[5]

مجامعت کا شرعی طریقہ

﴿فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾[6]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود کہتے تھے کہ جب عورت سے اس کی پچھلی جانب سے ہو کر جماع کیا جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے، اس پر یہ آیت اتری۔[7] عورتیں کھیتی ہیں، جماع کے لیے کوئی آسن مقرر نہیں، ہر

---

1 مسلم، ابن الحجاج، أبو الحسن، القشيري، النيسابوري، (المتوفى: 261ھ)، صحيح المسلم، (بيروت: دار إحياء التراث العربي) كتاب الرضاع، باب المصة والمصتان، رقم الحديث :1450، 1451

2 صحيح المسلم، الرضاع، باب التحريم بخمس رضعات، رقم الحديث: 1452

3 تفسير القرآن الكريم، 1 :352

4 البقرة: 187

5 صحيح البخاري، كتاب الحيض، باب مباشرة الحائض، رقم الحديث: 299

6 البقرة: 223

7 صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب نساءكم حرث لكم، رقم الحديث : 4528

آسن پر کر سکتے ہو، مگر اولاد پیدا کرنے کی جگہ میں ہو۔ دبر موضع حرث (کھیتی کی جگہ) نہیں، موضع فرث (پاخانے کی جگہ) ہے۔ احادیث میں دبر میں جانا حرام قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص ملعون ہے جو عورت کے پاس اس کی دبر میں جائے۔"[1] ﴿وَقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ﴾[2]: یعنی اپنے لیے نیک اعمال آگے بھیجو۔ نیک اولاد انسان کا بہترین سرمایہ ہے۔ بیوی سے صحبت کے وقت نیک اولاد کے حصول کی نیت بھی اس میں شامل ہے۔[3]

طلاق سنی

سیدہ ام المومنین عائشہؓ اور دیگر صحابہ کی روایات کے مطابق ابتدائے ہجرت میں جاہلیت کے دستور کے مطابق مرد عورت کو بار بار طلاق دیتے اور رجوع کرتے رہتے، مقصد بیوی کو تنگ کرنا ہوتا تھا۔ اس صورت حال کو روکنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی:[4]

﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾[5]

پہلی یا دوسری طلاق دینے کے بعد خاوند دوبارہ اپنا گھر بسانے کا ارادہ رکھتا ہے تو عدت کے اندر رجوع کرے، یہ "اچھے طریقے سے رکھ لینا" ہے۔

اگر یہ ارادہ نہیں تو رجوع نہ کرے، بلکہ عدت گزرنے دے، بیوی سے خود بخود تعلق ختم ہو جائے گا، یہ "نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا" ہے۔ فائدہ اس کا یہ ہو گا کہ عدت گزرنے کے بعد اگرچہ عورت آزاد ہے کہ جس مرد سے چاہے شادی کر لے، مگر اسے پہلے خاوند کے ساتھ شادی کا بھی اختیار ہے۔ البتہ تیسری طلاق کے بعد خاوند نہ عدت کے دوران رجوع کر سکتا ہے۔[6]

طلاق بدعی

1 أبو داود، سليمان بن الأشعث (بيروت: المكتبة العصرية)كتاب النكاح، باب في جامع النكاح، رقم الحديث 2162:
2 البقرة: 223
3 تفسير القرآن الكريم، 1 :183
4 تفسير القرآن الكريم، 1 :186
5 البقرة: 229
6 تفسير القرآن الكريم، 1 :187

ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینا منع ہے، لیکن اگر کوئی دے دے تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی۔

سیدنا ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہوتی تھیں، پھر لوگوں کے حالات دیکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لوگوں نے ایسے کام میں جلدی کرنا شروع کر دی ہے جس میں ان کے لیے مہلت تھی، تو اب ہم ان پر کیوں نہ تینوں طلاقیں ہی نافذ کر دیں۔"

چناچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے نافذ کر دیا۔[1]

خلع کے احکام

﴿فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾[2]

اس آیت میں خلع کا بیان ہے، یعنی عورت خاوند سے علیحدگی حاصل کرنا چاہے اور خاوند طلاق دینے پر تیار نہ ہو تو عورت حاکم کے پاس جا کے خلع کا مطالبہ کرے تو عدالت ان کے انکاح فسخ کر دے تو اسے خلع کہتے ہیں، لیکن عورت اپنے خاوند کو حق مہر واپس دینے کی پابند ہو گی۔ خلع لینے والی کی عدت ایک حیض ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ عورت کو حمل تو نہیں اور عدت کے دوران میں خاوند رجوع بھی نہیں کر سکتا۔[3]

حلالہ کا حکم

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾[4]

یعنی تیسری طلاق کے بعد جب تک عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے اور وہ مرد اس سے جماع نہ کرلے اور پھر وہ اسے از خود طلاق نہ دے، یا فوت نہ ہو جائے تو پہلے خاوند کے لیے اس سے نکاح حلال نہیں۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ دوسرے خاوند سے اس غرض سے نکاح کرے کہ پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے، کیونکہ ایسا

1 تفسير القرآن الكريم، 1 :188
2 البقرة: 229
3 تفسير القرآن الكريم، 1 :187
4 البقرة: 230

نکاح کرنے اور کروانے والے پر تو احادیث میں لعنت آئی ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کروانے والے پر لعنت فرمائی۔“[1]

مطلقہ غیر مدخولہ کی عدت

کسی مسلمان عورت کو اگر خاوند عقد نکاح کے بعد صحبت سے پہلے طلاق دے دے تو عورت پر کوئی عدت نہیں، جس میں خاوند رجوع کر سکتا ہو، بلکہ اگر وہ عورت چاہے تو اسی وقت دوسرا نکاح کر سکتی ہے، کیونکہ صحبت ہوئی ہی نہیں کہ یہ دیکھنے کے لیے انتظار کی ضرورت ہو کہ حمل تو نہیں ٹھہرا۔

استاذ محمد عبدہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”بعض اہل علم نے خلوت صحیحہ کو بھی بمنزلہ صحبت کے شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دینے سے مہر اور عدت لازم ہو گی، مگر یہ مسئلہ بظاہر اس آیت کے خلاف ہے۔“

آیت میں اگرچہ مومن عورتوں کا ذکر ہے، مگر اس بات پر اجماع ہے کہ یہودی یا عیسائی عورت کا بھی یہی حکم ہے۔ مومن عورتوں کا ذکر اس لیے فرمایا کہ جب مومن عورت پر عدت نہیں، جسے مومن مرد کے نکاح میں رکھنے اور اسے رجوع کا موقع دینے کی ہر ممکن کوشش ہونی چاہیے، تو کتابیہ عورت پر تو بالاولیٰ عدت نہیں۔[2] یہ حکم ان عورتوں کا ہے جنھیں دخول سے پہلے طلاق دی جائے، اگر نکاح کے بعد دخول سے پہلے خاوند فوت ہو جائے تو عورت پر عدت بھی ہو گی اور وہ خاوند کی وارث بھی ہو گی۔ سیدنا معقل بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بروع بنت واشق کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا تھا۔

﴿فَمَتِّعُوهُنَّ﴾

جس عورت کو دخول سے پہلے طلاق دی گئی ہو وہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو نکاح کے وقت اس کے لیے مہر مقرر کیا گیا ہو گا، یا نہیں۔ اگر مہر مقرر نہیں کیا گیا تو اسے مہر نہیں ملے گا اور اگر مقرر کیا گیا ہے تو نصف مہر دیا

---

1 نسائي، أحمد بن شعيب، أبي عبدالرحمٰن، السنن النسائي، (بيروت، دارالفكر) كتاب الطلاق، باب إحلال المطلقة، رقم الحديث: 3445

2 تفسير القرآن الكريم، 1 : 628

جائے گا۔

دونوں صورتوں میں عورت کو اپنی حیثیت کے مطابق کچھ سامان مثلاً کپڑوں کا جوڑا وغیرہ دینا ضروری ہے، اسے "متعہ طلاق" کہا جاتا ہے۔ مقصد اس کا طلاق سے ہونے والی دل شکنی کا کچھ نہ کچھ مداوا ہے۔[1]

نکاح سے پہلے طلاق دینے کا حکم

﴿ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ﴾[2]

لفظ "ثم" سے دو مسئلے ثابت ہوتے ہیں، ایک یہ کہ طلاق وہ معتبر ہے جو نکاح کے بعد دی جائے، نکاح سے پہلے دی ہوئی طلاق کا کوئی اعتبار نہیں، مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اسے طلاق ہے، تو طلاق نہیں ہوگی، کیونکہ یہ نکاح کے بعد نہیں۔[3]

مطلقہ غیر مدخولہ کا مہر

﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ﴾[4]

یہ دوسری صورت ہے کہ مہر مقرر کیا جا چکا ہو اور شوہر نے (جماع یا خلوت صحیحہ) سے پہلے طلاق دے دی تو اس صورت میں عورت نصف مہر کی حق دار ہوگی۔ ہاں اگر وہ عورت خود معاف کر دے تو دوسری بات ہے، یا خاوند جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، معاف کر دے، یعنی وہ پورا مہر دے چکا ہے تو نصف واپس نہ لے، یا اپنی خوشی سے پورا مہر دے دے۔

پھر ﴿وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ فرما کر شوہر کو ترغیب دی ہے کہ پورا مہر دے دینا ہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے، کیونکہ اس میں مخاطب مرد ہیں۔[5]

ایک ضروری وضاحت

اگر شوہر ہاتھ لگانے سے قبل وفات پا جائے تو بیوی پورے مہر کی حق دار ہوگی، اسے ورثہ بھی ملے گا اور اس پر

1 تفسير القرآن الكريم، 3 : 628
2 الأحزاب: 49
3 تفسير القرآن الكريم، 3 : 629
4 البقرة : 237
5 تفسير القرآن الكريم، 1 :194

عدت بھی واجب ہو گی، جیسا کہ بروع بنت واشقؓ کی حدیث میں اوپر گزر چکا ہے۔واضح رہے کہ مطلقہ عورت کی دو قسمیں ہیں:

1. مہر مقرر ہو چکا تھا اور خاوند نے صحبت کے بعد طلاق دے دی۔
2. عقد کے وقت مہر مقرر نہ تھا، مگر صحبت کے بعد طلاق دے دی۔اس صورت میں عورت مہر مثل کی حق دار ہو گی، یعنی جتنا مہر عموماً اس کے خاندان کی عورتوں کا مقرر ہوتا ہے، اس کے مطابق اسے مہر دلوایا جائے گا۔[1]

ایام مخصوصہ میں جماع کے احکام

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى﴾[2]

احادیث میں صراحت کے ساتھ آیا ہے کہ اس حالت میں خاوند کے لیے عورت کا بوسہ لینا، اس سے چمٹنا، الغرض سب کچھ سوائے جماع کے جائز ہے۔وہ اس حالت میں گھر میں رہ کر کھانا پکانا، بچے کو دودھ پلانا، غرض گھر کا ہر کام کر سکتی ہے، البتہ مسجد میں جانا اور نماز، روزہ اس کے لیے جائز نہیں۔[3]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جو شخص حیض کی حالت میں بیوی کے پاس جائے وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔"[4]

عدت کے احکام

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْۗءٍ﴾[5]

اگر خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو وہ فوراً اس سے جدا نہیں ہوتی، بلکہ اسے کچھ مدت انتظار میں گزارنا ہو گی جس کے اندر خاوند اس سے رجوع کر سکتا ہے اور اس مدت کے گزرنے کے بعد عورت آزاد ہے، جس سے

---

1 تفسير القرآن الكريم، 1: 194 مزید تفصیل کے لیے دیکھیں تفسیر سورۃ نساء کی آیت (24)
2 البقرة: 222
3 تفسير القرآن الكريم، 1: 181
4 أبو داود، كتاب النكاح، باب في كفارة من أتى حائضًا، رقم الحديث: 2168
5 البقرة : 228

چاہے نکاح کرلے۔اس مدت کو عدت کہتے ہیں۔[1]

غیر حائضہ کی عدت

اگر کوئی خاوند جماع کے بعد اپنی عورت کو طلاق دے اور اسے حیض نہ آتا ہو تو اس کے لیے عدت تین ماہ ہے اور اگر حاملہ ہے تو حمل سے فارغ ہونا۔اور اگر جماع سے پہلے ہی طلاق ہو جائے تو اس پر کوئی عدت نہیں۔

پس اس آیت میں لفظ "وَالْمُطَلَّقٰتُ" (وہ عورتیں جنھیں طلاق دی جائے) سے ان عورتوں کی عدت بیان کرنا مقصود ہے جن سے خاوند صحبت کر چکے ہوں اور وہ حاملہ نہ ہوں، نہ ہی ایسی ہوں جنھیں حیض نہیں آتا، نہ لونڈیاں ہوں۔تو ان کی عدت تین "قروء" ہے۔"قُرُوْءٍ" کا لفظ جمع ہے اس کا واحد "قُرْءٌ" ہے اور یہ حیض کے ایام پر بھی بولا جاتا ہے اور طہر (یعنی حیض سے پاک ہونے) کے ایام پر بھی۔

سیدہ اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ پہلے مطلقہ عورت کے لیے کوئی عدت نہیں تھی (خاوند جب چاہتا رجوع کرلیتا) تو جب مجھے طلاق ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر طلاق کی عدت کا حکم نازل فرمایا۔[2]

بیوہ کی عدت کے احکام

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا﴾[3]

خاوند کی وفات کی یہ عدت تمام عورتوں کے لیے یکساں ہے۔شوہر نے اس سے صحبت کی ہو، یا اس سے پہلے ہی فوت ہو گیا ہو، اسی طرح خواہ وہ جوان ہوں یا بوڑھی، جیسا کہ آیت کے الفاظ میں سب بیویاں شامل ہیں۔

سیدہ بروع بنت واشق رضی اللہ عنہا کے خاوند صحبت سے پہلے ہی فوت ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ اسے پورا مہر ملے گا، اسے عدت گزارنا ہو گی اور اسے میراث میں سے بھی حصہ ملے گا۔[4]

اس عدت میں ایک حکمت یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ عورت کو حمل تو نہیں، اگر حمل ہو تو اس کی عدت حمل سے فارغ ہونا ہے، خواہ تھوڑی دیر میں فارغ ہو جائے، خواہ آٹھ نو ماہ بعد، کیونکہ حکم ہے:

1 تفسیر القرآن الکریم، 1: 185
2 تفسیر القرآن الکریم، 1: 185
3 البقرة: 234
4 ترمذي، كتاب النكاح، باب ما جاء في الرجل، رقم الحديث: 1145

﴿وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ يَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ﴾[1]

"اور جو حمل والیاں ہیں ان کی عدت (طلاق سے ہو یا خاوند فوت ہونے سے) یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کر دیں۔"[2]

میاں بیوی کا ایک دوسرے پر بہتان لگانا

﴿وَالَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ اَزۡوَاجَهُمۡ﴾[3]

حد قذف کی آیات نازل ہونے کے بعد یہ مسئلہ پیش آیا کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھے اور اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو وہ کیا کرے۔

سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرضی طور پر اس کے متعلق پوچھا، کہنے لگے:

(يَا رَسُوْلَ اللهِ ! إنْ وَجَدْتُ مَعَ امْرَأَتِيْ رَجُلاً، أَ أُمْهِلُهُ حَتّٰى آتِيَ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ؟ قَالَ نَعَمْ)[4]

"یا رسول اللہ! اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو پاؤں تو کیا اسے چار گواہ لانے تک مہلت دوں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں۔"

بلکہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے پوچھا: "اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے تو وہ یا تو بات کرے گا تو تم اسے کوڑے مارو گے، یا وہ (اسے) قتل کر دے گا، تو تم اسے قتل کر دو گے، یا خاموش رہے گا تو دلی غیظ پر خاموش رہے گا۔"

آپ نے کہا: (اَللّٰهُمَّ ! افْتَحْ) "یا اللہ! فیصلہ فرما!" اور دعا کرنے لگے، تو لعان کی آیات نازل ہو گئیں:

﴿وَالَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ اَزۡوَاجَهُمۡ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهُمۡ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنۡفُسُهُمۡ ۔۔ اِنۡ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ﴾[5]

---

1 الطلاق : 4
2 تفسیر القرآن الکریم، 1 :194
3 النور :4
4 صحیح المسلم، کتاب اللعان، رقم الحدیث :1498
5 النور : 6 تا 9

تو وہی آدمی اس آزمائش میں مبتلا ہو گیا۔ چنانچہ وہ اور اس کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے لعان کیا۔ اس میں مرد نے اللہ کی چار قسمیں کھائیں کہ وہ یقیناً سچوں میں سے ہے، پھر پانچویں دفعہ اس نے لعنت کی کہ اس پر لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو، پھر وہ عورت لعنت کرنے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ٹھہرو!" مگر وہ نہیں مانی اور اس نے لعان کر دیا۔ جب وہ واپس گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "شاید کہ وہ سیاہ گھنگھریالے بالوں والے بچے کو جنم دے۔" تو اس نے سیاہ گھنگھریالے بالوں والے بچے ہی کو جنم دیا۔[1]

رضاعت کے احکام

﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾[2]

"اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، اس کے لیے جو چاہے کہ دودھ کی مدت پوری کرے۔"

اسی سے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ کرام نے استنباط فرمایا ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے:

﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾[3]

"اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔"[4]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دودھ پلانے کی کامل مدت دو سال ہے۔۔

﴿حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾[5]

اس آیت میں رضاعت (بچے کو دودھ پلانے کے مسائل) کا بیان ہے، کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک عورت کو طلاق ہو جائے، یا اس کے شوہر کا انتقال ہو جائے اور اس کی گود میں دودھ پیتا بچہ ہو۔ اس سلسلے میں ماؤں کو حکم ہو

1 صحيح المسلم، كتاب اللعان، رقم الحديث: 1495
2 البقرة : 233
3 الأحقاف : 15
4 تفسير القران الكريم، 1 :190
5 البقرة: 233

رہا ہے کہ وہ بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں۔[1]

ظہار کے احکام

﴿الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنكُم مِّن نِّسَائِهِم مَّا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ﴾[2]

یہ استعارہ کا بیان ہے، جس میں بیوی سے جماع کو گھوڑے وغیرہ کی پشت پر سوار ہونے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔"أنت علي كظهر أمي"(تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے)کا مطلب یہ ہے کہ تم بھی میرے لیے میری ماں کی طرح ہو۔ جاہلیت میں لوگ بیوی کو ماں کہہ دیتے تو اسے ماں کی طرح حرام قرار دے لیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس رسم بد کو ختم کر دیا، فرمایا منہ کے ساتھ بیوی کو ماں کہنے سے وہ ماں نہیں بن جاتی، آدمی کی ماں وہی ہے جس نے اسے جنم دیا ہے۔[3]

نتائج تحقیق

تحقیق ایک بے کنار سمندر ہے جہاں بھی جتنا بھی جیسا بھی لکھا جائے وہ حرف آخر نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک انسان کی کاوش ہے اور کاوش اس کی محدود بساط کی وجہ سے محدود ہوتی ہیں۔

مضمون ہذا کا عنوان انتہائی وسیع اور بسیط ہے تاہم دوران تحقیق بہت سی ایسی جہات سامنے آئیں جو تحقیق کی متقاضی تو تھیں لیکن چونکہ براہ راست ان کا تعلق موضوع سے نہیں تھا اس لئے ان سے صرف نظر کرنا پڑا۔ زیر نظر تحقیق کے اہم نتائج حسبِ ذیل ہیں:

- تفسیر القرآن الکریم تفسیر بالماثور کا عمدہ نمونہ ہے۔
- حافظ عبد السلام بن محمد حفظہ اللہ نے اپنی تفسیر میں امت کے موجودہ معاشی، معاشرتی، عائلی اور سیاسی مسائل کا حل قرآن وسنت کے ساتھ آثار صحابہ کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔
- حافظ عبد السلام بن محمد حفظہ اللہ کی تفسیر القرآن الکریم عصر حاضر میں گراں قدر علمی ذخیرہ ہے۔
- مذکورہ تفسیر صحیح اور حسن احادیث کے ساتھ آثار صحابہ کا بہترین مجموعہ ہے۔

---

1 تفسير القران الكريم، 1: 190

2 المجادلة: 2

3 تفسير القران الكريم، 4: 610

- تفسیر میں ہر حدیث کی تحقیق و تخریج کا کام بڑے احسن طریقے سے کیا گیا ہے۔
- اس تفسیر میں ضعیف اور موضوع روایات سے گریز کیا گیا ہے اور اسرائیلی روایات کے بارے میں محتاط رویہ اختیار کیا گیا ہے۔
- طوالت سے بچتے ہوئے احادیث کو سند کے بغیر تفسیر کی زینت بنایا گیا ہے۔ متن حدیث میں سے بھی صرف وہ حصہ لیا گیا جس کی ضرورت محسوس ہوئی۔
- مناکحات سے متعلق سیر حاصل مواد مذکورہ تفسیر میں موجود ہے۔
- نکاح اور عدت کے احکامات سے متعلق احادیث و آثار صحابہ سے شرعی دلائل کا ذخیرہ موجود ہے۔

سفارشات

قرآن مجید معانی و مطالب کا بحر بیکراں ہے۔ فکر انسانی اور تہذیب انسانی دونوں برابر ارتقاء پذیر ہیں۔ اس لیے زندگی کے تمام شعبوں میں تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں۔ ان تبدیلیوں سے نئے نئے مسائل جنم لیتے ہیں۔ قرآنی آیات سے نئے پیش آمدہ مسائل کے احکام کا استنباط کرنا قرآن کی تفسیر کہلاتا ہے۔ اس لیے ہر دور میں مفسرین کرام نے اپنے اپنے ذوق اور ماحول کے مطابق خدمات سرانجام دی ہیں۔ تفسیر القرآن الکریم بھی اسی ضمن میں کی گئی ایک عمدہ کاوش ہے۔ تفسیر کا اسلوبِ بیان قابل صد تحسین ہے البتہ اس تحقیقی عمل کے دوران بہت سے ایسے پہلوؤں کا انکشاف ہوا ہے جہاں مفسر نے مختلف اسلوب اپنایا ہے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے اس تفسیر میں سے تمام فقہی آیات جن کو آیات الاحکام کہا جاتا ہے ان کا مطالعہ کیا جائے تا کہ موجودہ دور میں لکھی گئی تفاسیر میں اس تفسیر کی انفرادیت واضح ہو جائے۔

مقالہ نگار کی تحقیقی کاوش کی روشنی میں تحقیق کے چند گوشے ارباب حل و عقد کے لیے ملاحظہ ہوں۔

- اردو کی تفاسیر میں یہ تفسیر نمایاں ترین مقام کی حامل ہے، ان کا مختلف جہات سے جائزہ لے کر محققین تحقیق پیش کر سکتے ہیں۔ مفسر نے انسانی زندگی کے تمام شعبہ جات سے تعلق علمی مباحث کئے ہیں، ان مباحث کے بہت سے پہلو الگ سے تحقیق کے متقاضی ہیں، جیسے معاشرت، اخلاق اور سیاست وغیرہ۔ علم تفسیر میں جدید تفاسیر اور علم فقہ کی تصانیف پر تجزیاتی انداز میں تحقیق کی جائے، تا کہ معاشرے

کے بدلتے رجحانات کا اندازہ لگایا جاسکے۔

- جس طرح مضمون ہذا میں تفسیر سے مناکحات کے متعلق مطالعہ پیش کیا ہے اسی طرح معاملات و عبادات پر مفصل تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے۔
- تفسیر ہذا سے منتخب سورتوں کی تفسیر کو داخل نصاب تعلیم ہونا چاہیے۔
- عوامی حلقہ میں اس تفسیر پر منتخب شارٹ کورس کروانے کے لیے شارٹ سلیبس ترتیب دیا جانا چاہیے۔
- مدارس کے طلباء و مدرسین کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔
- متقدمین کی تفاسیر سے طریقہ استدلال کے حوالے سے تفسیر کا تحقیقی مطالعہ ضروری ہے۔
- تفسیر میں موجود مخاصماتی مباحث کا جائزہ تشنہ تحقیق ہے۔
- مصادر و مراجع کے تناظر میں تفسیر پر تحقیق کی ضرورت ہے۔
- میڈیکل سائنس کے متعلقہ جدید مسائل کے متعلق تفسیری کام پر تحقیق کی ضرورت ہے۔
- مذکورہ تفسیر کو پاروں کی شکل میں اگر شائع کیا جائے تو ہر چھوٹے بڑے کی دسترس میں یہ ممکن ہو سکتی ہے۔
- اس تفسیر کو انگلش اور عربی کی دیگر زبانوں میں شائع کیا جاسکتا ہے۔ تاکہ غیر ملکی لوگوں کو استفادہ پہنچایا جاسکے۔